داخل مسجد اذان خطبہ خلاف سنت

از

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷ میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳
شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

۷۸۶

بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ

یہ رسالہ مبارکہ جس میں داخل مسجد اذانِ خطبہ کے مکروہ وخلافِ سنت ہونے کا روشن بیان ہے۔ اور عموماً ہر اذان کا خصوصاً اذانِ ثانی جمعہ کا بیرون مسجد سنت نبویہ وسنتِ صدیقیہ وسنتِ فاروقیہ ہونا کالشمس فی نصف النہار روشن وعیاں ہے۔ اس نادر ونایاب رسالہ مقدسہ کے حضور رامپوری مولوی صاحبوں کا فتوائے خلاف واضح البطلان ہے۔

مسمّٰی باسم تاریخی

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ

لِقِیَامِ سُنَّةِ نَبِیِّ اللّٰهِ

از افاداتِ مبارکہ

حضور پرنور تاج الفحول الکاملین شیخ الاسلام والمسلمین راس العلماء الراسخین اعلیحضرت عظیم البرکۃ مجدد اعظم دین وملت مولٰنا مولوی حافظ قاری الحاج مفتی شاہ عبد المصطفٰی محمد احمد رضا خانصاحب قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مرتبہ

حضرت اسد الملۃ مولٰنا مولوی حافظ قاری مفتی علّامہ ابو الظفر محب الرضا محمد محبوب علی خانصاحب سنی حنفی، قادری، رضوی مجددی لکھنوی دام ظلہ العالی

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۷۲

سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ

یَا فَتَّاحُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

گرامی برادران اہلسنت وجماعت کثرکم اللہ تعالٰی وایدکم نصراً عزیزاً۔ آج فقیر حقیر آپکی خدمت میں اذانیوں کا ایک فتوی مع استفتا پیش کرتا ہے جس میں مفتی، سفیوں نے اپنے خیال سے اعلٰی درجہ کے دلائل پیش کئے ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں اور اس کے بعد ہی آستان رضوی دار الافتا بریلی کا وہ مبارک ومقدس مضمون ہدیہ ناظرین کرتا ہے جس میں اذانیوں کے اس فتوے کی قلعی کھولی اور حقیقت واضح کی گئی ہے اور اس فتوے کی ہی عبارتوں سے مسجد کے اندر اذان کا مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ عجیب وغریب مضمون ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ مضمون افادات حضور پرنور مرشد برحق سیدنا اعلٰحضرت عظیم البرکۃ آقائے نعمت دریائے رحمت مجدد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین تاج الفحول الکاملین مولٰنا مولوی حافظ قاری الحاج مفتی شاہ علامہ عبد المصطفٰے محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی آل رسولی بریلوی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے جن کو اکابر علماء ومشائخ مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ نے اپنا امام وفرد پیشوا وشیخ اور اس صدی کا مجدد مانا جن سے احادیث وسلاسل کی سندیں حاصل کیں جن سے شرف تلمذ حاصل کرنے پر فخر کیا۔ ہندوستان کے صدر الافاضل واستاذ العلماء نے جن سے اجازتیں لیں اللہ تعالٰے نے انھیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی امت میں اس صدی کا مجدد خلق فرمایا اور ان کے ذریعہ اس دور پرشرور وفتن میں دین پاک کا احیا فرمایا۔ انھیں مسائل میں سے جن کی حضور پرنور اعلٰحضرت قبلہ کے ہاتھوں تجدید فرمائی گئی۔ ایک مسئلہ اذان ہے اور خاص اس مسئلہ میں حضور پرنور اعلٰحضرت رضی اللہ تعالٰے عنہ کے متعدد رسائل ہیں مثلاً شمائم العنبر فی محل النداء باذاء المنبر۔ اور وقایۃ اھل السنۃ اور سلامت اللہ لاھل السنۃ اور اوفی اللمعۃ فی اذان

یوم الجمعۃ اور فیصلہ اذان کا حق نما فیصلہ وغیرہ وغیرہ جن کے جواب سے تمام اذانی عاجز ومبہوت رہے اور ہیں اور رہیں گے اور عجز وضد کا یہی کافی ثبوت ہے جو اس رامپوری فتوے کا جواب پڑھ کر اس کی تمام کاروائیاں، چالبازیاں معلوم کرکے واضح ہوگا۔ مگر انصاف وحق پسندی شرط ہے۔ سگ رضوی فقیر حقیر مجیب غفرلہ ربہ

استفتا منجانب مسلمین پیلی بھیت

سب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ تمام ممالک مکہ معظمہ ومدینہ منورہ وہندوستان وخراسان وترکستان وایران ومصر وشام وروم وغیرہ میں تیرہ سو برس سے جمعہ کے روز خطیب کے قریب منبر کے سامنے اندر مسجد کے اذان دوسری واسطے خطبے کے کہی جاتی ہے اور کبھی اس کے خلاف کسی نے زبان نہیں کھولی۔ اب اگر کوئی عالم صاحب یہ فرمائیں کہ یہ اذان اندر مسجد کے مکروہ ہے کیسے مانی جائے۔ خیر انھوں نے اگر مکروہ کہا تو یہ ان کا اجتہاد ہے۔ افسوس اور رونے کی یہ بات ہے کہ اذان مسنون کو جو مسجد کے اندر کہی جاتی ہے وقت خطبہ کے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے بعض پیرو ان کے گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مرتکب گناہ کبیرہ کا کردیا۔ اب ہم ایک فتوی علماء رامپور کا چھپوا کر آپ صاحبوں کے ملاحظہ کیواسطے پیش کرتے ہیں۔ اس فتوے میں صاف لکھا ہے کہ اذان خطبہ کی اندر مسجد کے مسنون ہے اور اسی طرح علمائے لکھنؤ وغیرہ کے چند فتوے آئے ہیں (مگر لکھنؤ وغیرہ کے فتوے صیغہ راز میں ہیں) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی خطبہ کی داخل مسجد قریب منبر کے جائز ہے یا نہیں۔ اگر ناجائز ہے تو کیا خارج از مسجد ہونا چاہیئے اور آجتک علماء حنفیہ کا مختار مذہب حنفی کیا ہے اور اب علماء کسطرح پر اذان ثانی خطبہ کی اپنی اپنی مساجد میں کہلاتے ہیں آیا اندر مسجد کے یا خارج از مسجد بینوا بالدلیل وتوجروا من الجلیل۔ فتوی علمائے رامپور جزاہم اللہ خیر الجزاء

الجواب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی موفق للصدق والصواب اذان ثانی جو وقت بیٹھنے امام کے منبر پر واسطے خطبہ پڑھنے کے ہوتی ہے اور مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور یہی طریقہ

مسنون سلف وخلف کا ہے۔ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الیٰ یومنا ہذا مروج چلا آتا ہے وہ مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علماء محققین نے رد کیا ہے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر مجمع علیہ ساری امت مرحومہ کا ہے۔ عن معاذ ان عمر امر مؤذنین ان یؤذنا للناس الجمعۃ خارجا من المسجد حتی یسمع الناس وامر ان یؤذن بین یدی کما کان فی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر ثم قال عمر نحن ابتدعنا لکثرۃ المسلمین انتہی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ اور چونکہ مشہور روایت ایجاد اذان علی الزوراء حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لہٰذا علامہ ابن حجر نے اس طرح تطبیق دی ویمکن الجمع بان الذی ذکرہ عطاء ہو الذی کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستمر علی عہد عثمٰن ثم رأی ان یجعلہ اذانا وان یکون علی مکان عال ففعل ذلک فنسب الیہ لکونہ بالفاظ الاذان وترک ما کان فعل عمر لکونہ مجرد اعلام انتہی عن الزہری کان بلال یؤذن اذا جلس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر فاذا نزل اقام وقد تقدم نحوہ فی مرسل مکحول۔ قریباً قال المہلب الحکمۃ فی جعل الاذان فی ہذا المحل لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون لہ اذا خطب کذا قال وفیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ عن الزہری فی ہذہ الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد۔ علامہ ابن حجر اس شبہہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاہر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات نعم لما زید الاذان الاول کان للاعلام وکان الذی بین یدی الخطیب للانصات انتہی۔ فتح الباری وایضا فیہ فتبین بما مضی ان عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ احدثہ لاعلام الناس بدخول وقت الصلوٰۃ قیاسا علی بقیۃ الصلاۃ فالحق الجمعۃ بہا وابقی خصوصیتہا بالاذان بین یدی الخطیب انتہی۔ اور محقق علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فلما کان عثمٰن وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء کے ماتحت میں تحریر فرماتے ہیں کثر الناس ای المؤمنون بالمدینۃ وصار ذلک الاذان الذی بین یدی الخطیب لا یسمعہ جمیع اہل المدینۃ قالہ ابن حجر اول ما ظہرت البدعۃ فی ما قیل نفاہ اول البدع وہو ترک التکبیر وہو الظاہر لاستبعاد سماع اہل المدینۃ جمیعہم الا الذی بین یدیہ علیہ الصلاۃ والسلام زاد ای

عثمٰن النداء الثالث ای حدوثا وان کان الواقعۃ اولا ثم بعدہ اذان آخر قدیما مع الاقامۃ فی المفاتیح ای فامر عثمٰن ان یؤذن اول الوقت قبل ان یصعد الخطیب المنبر کما فی زماننا انتہی۔ وایضا قال واما الذی نقلہ بعض المالکیۃ عن ابن القاسم عن مالک انہ فی زمنہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یکن بین یدیہ بل علی المنارۃ ونقل ابن عبد البر عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وما ذکرہ محمد بن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ فی ہذا الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد فقد نازعہ کثیرون ومنہم جماعۃ من المالکیۃ بان الاذان انما کان بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما اقتضتہ روایۃ البخاری ہذہ ولیس فی روایۃ البخاری ما یقتضی شیئا من ذلک لکن یمکن الجمع بین القولین بان الذی استقر آخر الامر ہو الذی کان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاذان انتہی۔ وفی الدر المختار ویؤذن ثانیا بین یدیہ ای الخطیب قال المحقق الشامی ای علی سبیل السنیۃ کما یظہر من کلامہم انتہی۔ وہکذا فی الکتب المعتبرۃ الفقہیہ کالکنز وشرح وقایہ وعالمگیری وغیرہا ہذا صورۃ الجواب والیہ المرجع والمآب فقط العبد المجیب محمد عبد الغفار خان عفی عنہ

(محمد عبد الغفار خاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی وعلی من التزم متابعۃ المصطفٰی علیہ افضل الصلاۃ والسلام وعلی آلہ الکرماء واصحابہ الرحماء اما بعد۔ ازجانب فقیر خادم بارگاہ احمدی محمد سلامت اللہ عفی عنہ واضح ہو کہ ہمارے یہاں عمل درآمد اس پر ہے کہ جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے پاس مسجد کے اندر ہوتی ہے فقط (ابو الذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ)

جمعہ کے روز خارج مسجد جو اذان ہوتی ہے وہ اذان اول ہے جو زمانہ حضرت عثمان میں مقام زوراء پر ہوتی ہے اور اذان ثانی جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے وہ تمام روایات فقہ اور روایات احادیث اسی پر متفق ہیں کہ امام کے سامنے ہے اور روایات اور نصوص ظاہرہ شاہد ہیں کہ داخل مسجد جیسا کہ علامہ مجیب نے نقل فرمایا ہے واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ خادم الطلبہ محمد منور علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ درجہ حدیث شریف ریاست رامپور (محمد منور علی) عمل اہل الحرمین الشریفین وجمیع امصار المسلمین

من بعدہ علیہ السلام الی یوم ھو الاذان بین یدی الخطیب اذا صعد علی المنبر وعلی ھذا جمیع مذاھب الاسلام ولاسیما المذاھب الاربعۃ فمن یتبع غیر سبیل المؤمنین فلیتھم نفسہ نسئل اللہ العافیۃ
محمد طیب المکی عفی اللہ عنہ۔

صح الجواب۔ العبد محمد معز اللہ خاں عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ عالیہ

اصاب واجاد فیما اجاب وافاد فللہ در المجیب ثم للہ در ہ محمد فضل حق مفتی عفی عنہ (محمد فضل حق عفی عنہ)

الجواب صحیح۔ احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ ریاست رامپور بقلم خود۔

معمول بہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مع صحابہ کرام وائمہ مجتہدین اذان ثانی وقت خطبہ قریب منبر نزد خطیب ادا کی گئی ہے اور اسی پر کل کا اجماع ہے اور اجماع عند اہل السنۃ حجت ہی علاوہ حدیث مذکورہ کتب فقہ مثل قدوری وکنز وشامی میں بھی اذان ثانی عند الخطیب مرقوم ہے۔ علی باب المسجد کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے اور باب بمعنی محراب بھی مستعمل ہے لہذا جواب صحیح ہے۔ سردار احمد مجددی بقلم خود۔ الجواب صواب والمجیب مثاب (فدای احمد مجدی الحسن اللہ)

صد افسوس کہ زبان مادری والے جو اپنی زبان کے عالم وفاضل مسائل دین پر غور وفکر کرنے والے وہ کون اصحاب رسول اکرم اور تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین تو بین یدی الخطیب وبین یدی المنبر کے معنی عند سے تعبیر کریں اور ایسے قریب سمجھتے چلے آئے ہوں جیسا کہ قریب منبر کے اذان ثانی کا رواج ہے اور اس وقت کے علماء متبحر بھی کتب واحادیث وفقہ سے وہی معنی سمجھتے اور فتوے دیتے ہیں۔ اب تیرہ سو ١٣٠٠ برس کے بعد ایک شخص اور اس کے پیرو یہ کہیں کہ اذان ثانی خطبہ خارج مسجد ہونا سنت ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کرے گا۔ ان سے پوچھا جائیگا کہ بین یدی مصلی سترہ کہیں ہو مگر ہو سامنا اور امام کے پیچھے مقتدی صف باندھ کر کہیں ہوں مگر محاذ ہو۔ بھائیو! خوب جانو یہ سنت زندہ کرنا نہ ہوگا بلکہ زندہ کو مردہ کرنا ہے اور ثواب کے بدلے عذاب مہیا ہے۔ ما راٰہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن۔

المشتھر
محمد نیاز گل خاں متولی ومہتمم جامع مسجد بیلی بھیت وحکیم عبد الکریم خاں

نوٹ: ۔ مسلمان بھائیو! اس فتوے اور مصدقین کی عبارت کو آپ نے پڑھا لیکن ابھی آپ کو نہیں معلوم کہ

مسلمان بھائیوں کو اذان ثانی جمعہ کے باب میں تحریر خلاف کی فاحش غلطیوں پر ضروری اطلاع

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پہلا حصہ

الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ تحریر خلاف سے خوب روشن ہوگیا کہ خلاف والوں کے ہاتھ میں مسجد کے اندر اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ نہ حدیث سے نہ فقہ سے اگر کچھ ہوتا تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے مسلمانو! اتنا تو دیکھ لو کہ (١) ادھر ہم نے سنن ابی داؤد شریف کی صریح حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت اس اذان کا امام کے سامنے دروازہ مسجد پر ہونا ہے وہ کوئی حدیث نہ لا سکے کہ حضور کی سنت اس اذان کا مسجد کے اندر ہونا ہے (٢) ہم نے بارہ کتب فقہ حنفی کی صاف صریح عبارات مع ترجمہ وحوالہ صفحات پیش کیں کہ مسجد کے اندر اذان منع ہے وہ ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے کہ مسجد کے اندر حکم ہے (٣) مجیب کے سوا اوروں نے تو کسی کتاب کا ایک فقرہ تک نقل نہ کیا ہاں مجیب صاحب نے ایک شافعی عالم کی کتاب فتح الباری اور ایک مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں اور ایک درمختار کی عبارت نقل فرمائی مگر افسوس کہ کسی کا ترجمہ نہ دکھایا جس سے ہمارے عام بھائی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان عبارتوں میں ایک جگہ بھی تو اس کا نام تک نہیں کہ مسجد کے اندر اذان کا حکم ہے۔ عوام بھائی تو یہ دیکھیں گے کہ ادھر پون کالم کے قریب عربی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں یہ انھیں کیا معلوم ہوگا کہ ان میں اذان کے اندر ہونے کا کہیں حکم نہیں پر مسئلہ کا فیصلہ تو ہیں ہوگیا۔ حدیث وکتب فقہ حنفی کے مقابل ایک سند بھی نہ دکھا سکنا اور پھر حکم نہ ماننا بلکہ الٹا حکم دینا جو حالت رکھتا ہے مسلمان خود اندازہ کریں (٤) بھائیو! جسے اعتبار نہ آئے ہم ایک سہل تدبیر بتلاتے ہیں جو ہر انصاف والا فوراً قبول کرلے جناب مجیب کی خدمت میں عرض کیجئے کہ جہاں آپ نے مسئلہ لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے اتنی مہربانی اور فرمائیے کہ جتنی عبارتیں نقل کی ہیں ان کے وہ فقرے الگ لکھ کر ترجمہ کر دیجئے جن کا ترجمہ یہ ہو کہ اذان مسجد کے اندر چاہیے جس پر خدا کو مان کر کچھ نمک مرچ اپنی طرف سے نہ ملائیے اور ساتھ ہی ان بارہ کتب

جناب مجیب نے ان عربی عبارتوں میں کیا کیا لکھا ہے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوانے کے ثبوت میں لکھا ہے یا بیرون

فقہ کی عبارات وحدیث کا ترجمہ جو فتاوے بریلی میں ہے یا تو اس کی نسبت لکھ دیجئے کہ وہ ترجمہ صحیح ہے یا اگر غلط بتایئے تو ویسا ہی صاف ترجمہ ان کا بھی کر دیجئے۔ اگر وہ تمھاری یہ عرض قبول نہ کریں تو سمجھ جاؤ کہ معاملہ کیا ہے اور اگر مانیں تو ان سے لکھوا کر مہر کرا لو کہ ان عبارتوں کے یہ صرف خالص یا محاورہ ترجمے ہیں وہ مہری ترجمے ہمیں دکھاؤ۔ اگر واقعی صاف خالص ترجمہ ہی ہوگا تو ہمارے عام بھائی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حدیث میں دروازہ مسجد پر ہونے کی صریح تصریح اور کتب فقہ میں مسجد کے اندر ہونے کی صاف ممانعت ہے اور انکی عبارتوں میں مسجد کے اندر ہونے کا کہیں لفظ تک نہیں مسلمانو یہ دین ہے۔ ضد او رہٹ اور سخن پروری کا محل نہیں۔ دیکھو ہم نے جو تدبیر بتائی کتنا صاف فیصلہ ہے۔ اٹھو اٹھو اور جناب مجیب سے اسی مہری اقرار کے ترجمے لاؤ ابھی ابھی تمھیں معلوم ہوجاتا ہے کہ تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمھاری کتب فقہ کا کیا حکم ہے اور بھائیو جسے بات کی پچ اور ہٹ پر اڑا رہنا ہو کہ کاغذ پر دھوکے کی سیاہی لگی ہوئی قیامت میں ہی نجات کو کافی مانے۔ اگرچہ صاف کھل گیا کہ اس میں حق چھپایا گیا اور کل کا باگ بنا ہے تو وہ جانے اور اس کا کام، اتنا یاد رہے کہ ایک دن اللہ و رسول کو منھ دکھانا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم (۵) بھائیو! ہم تمھیں بتائیں کہ ان عبارتوں میں کیا ہے سب میں بین یدی کا لفظ ہے یعنی یہ اذان امام کے سامنے ہونا سنت ہے بھائیو! اس کا کسے انکار تھا کس نے کہا تھا کہ امام کی پیٹھ کے پیچھے ہو سامنے نہ ہو ہمارا فتویٰ دیکھ لو پہلے ہی جواب میں ہے کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی۔ دوسرے جواب میں ہے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی پھر ان عبارتوں سے دھوکا دینے کے سوا کیا حاصل ہوا۔ بھائیو! اسی لئے تو آپ کو ترجمہ نہ دکھایا (۶) بھائیو یہ تعجب نہیں کہ بات آدمی کی سمجھ میں نہ آئے مگر روشن بیانوں سے سمجھا دینے کے بعد بھی الٹا چلنا ضرور شان دینداری کے خلاف ہے ہم نے اپنے فتوے میں کھول کر سمجھا دیا تھا کہ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد یعنی چہرۂ انور کے مقابل دروازے پر ہوتی تھی، بس اسی قدر بین یدی کے لئے درکار ہے اور نہ صرف حدیث بلکہ حضور اعلیٰحضرت مجدد اعظم دین و ملت

مسجد کے سنت ہونے کا بیان کیا ہے۔ عربی عبارتیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں گے کہ اگرچہ مفتی صاحب نے عجلت کی بنا پر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فتوائے مبارک (مسمی باسم تاریخی اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ وغیرہ وغیرہ ۱۳۲۰ھ) میں قرآن عظیم کی متعدد آیات سے بین یدیہ کے معنی واضح فرما دئے تھے فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یہ ماضی ومستقبل متصل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے (۲) یونہی ملائکہ کا قول نقل فرمایا لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک یعنی اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ تمام ماضی ومستقبل وحال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرائن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالیٰ وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء یعنی اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی۔ باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انھوں نے ابھارے بوجھل بادل ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتارا اس سے پانی۔ بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اترے بلکہ ہوائیں چلیں اور بادل اٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ۝ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اس کا قرب اس کے لائق ہے (تیرہ سو تینتیس ۱۳۳۳ اور اب تیرہ سو پینتالیس ۱۳۴۵ برس گزر گئے (اور اب تیرہ سو چھیاسٹھ ۱۳۶۶ ہو گئے) اور ہنوز وقت باقی ہے۔ پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اس پر ضرور بین یدی صادق ہے انتہی۔ حضور پر نور سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان آیات کریمہ سے

ترجمہ نہیں کیا ہے مگر انھوں نے اپنے مدعی کو بھی ثابت کیا ہوگا اصار و دیں جو لکھا ہے وہ تو بغیں کے موافق ہے

ان کے بہت امثال کی طرف متنبہ فرمادیا تھا جو قرآن عظیم میں بکثرت ہیں یہ فتوی بھی جناب
مجیب نے دیکھا اور افسوس کہ آیات قرآنیہ کا بھی لحاظ نہ کیا۔ قرآن و حدیث سب کے خلاف وہی
اپنی ضد رکھی کہ بین یدیہ کے معنی متصل کے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۷) مسلمانو
آخر فتوائے مطبوعہ میں جو ہم نے علماء سے پانچ سوال اضافہ کیے تھے۔ الحمد للہ وہ ان تمام
باطل خیالات کے رد کو پہلے ہی حاوی ہو لئے تھے۔ جناب مجیب اور ان کے معترضان عجیب نے
جو جو بے معنی شبہے پیش کیے ان سب کا بیخ کنی رد ان سوالات میں موجود ہے جب تو حضرات
نے ان کے جواب سے پہلوتہی کی حق پرستی تو یہ تھی کہ پندرہ سوالات کا (وہ پندرہ سوال یہ ہیں)
۱ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے
زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر ۲ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں
ہوتی تھی ۳ فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں
۴ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے
زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے
تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و کلام فقہ سب
کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا ۵
نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے
مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو ۶ مکہ معظمہ و
مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے
تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات در بارۂ عقائد حجت ہیں، یا وہاں کے تنخواہ دار موذنوں کا
فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہو ۷ سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے
اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ زندہ کی جائے
گی یا مردہ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو

سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی ۸ علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے
تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا
تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہو گی ۹ جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اسکی فصیل پر کھڑے
ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں ۱۰ جن مسجدوں میں
منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر موذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ
رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیے۔ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو
بینوا توجروا۔ یہ دس سوال مستفتی کی جانب سے مرکزی دار الافتاء بریلی شریف میں پیش ہوئے
جن کے جوابات حضرت مفتی صاحب نے دیے۔ اور جوابات کے بعد آخر میں تحریر فرمایا یہ مسلمان
بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں، دیکھو تو تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم
کی سنت کیا ہے۔ تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ حضرات علمائے اہلسنت سے معروض
حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے ایسے
شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کام ہے۔ آپ کے رب کا حکم ہے تعاونوا علی البر والتقوی اور
اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں ہے۔ بے تکلف بیان حق فر[مائیں]
اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے
ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی ۱۱ اشارت مرجوع ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے
۱۲ کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے ۱۳ تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب
فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط ۱۴
حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ۱۵ قرآن مجید
تجوید فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں یا سو میں کتنے
یہ سوالات مع ان دس سوالات مستفتی کے جوابات کے ساتھ بار بار بریلی شریف سے
ملک میں پہلے اور اب بھی چھپے وہ مبارک فتوی دیکھنا ہو فتاوی رضویہ جلد دوم

لہذا اب آپ حضرات اس فتوے کا جواب اور فتوے کی عربی عبارتوں کا ترجمہ پڑھے جائیں اور حق و انصاف کو پہچان کر حق کا ساتھ دیں۔

"فقیر محب الرضا رضوی غفرلہ"

اور احکام شریعت حصہ دوم اور علمائے دین کے متفقہ فتاوے ملاحظہ کرے مگر آج تک کسی اذانی نے ان پندرہ سوالوں کا جواب نہ دیا اور نہ اذانیوں میں ان سوالات کے جواب دینے کی ہمت ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج نہیں "محب غفرلہ"

جواب ہم نے مانگا تھا منصفانہ ان کا جواب دیتے پھر اگر کوئی شبہ بچ رہتا اسے پیش کرتے مگر بچتا کہاں سے بفضلہ تعالیٰ ہم نے پہلے ہی ان کے انتہائی خیالات کا احاطہ کر لیا تھا پھر ان کا جواب دینے کے بعد کچھ خلاف نویسی کی گنجائش کہاں رہتی۔ لہٰذا میر بحری کتراتے ہی بنی۔ یقین نہ آئے تو اب سے پندرہ سوالوں کے صاف صاف جواب بے پھیر پھار دے کر اس آئینہ میں اپنی تحریروں جواب و تصدیقات سب کا منہ دیکھ لیجئے۔ اگر ایک شبہ بھی بچ رہے تو گلہ کرنا۔ اب میں یہ دکھاؤں کہ اسقدر ناانصافیاں اوڑھ کر بھی دیاستغا نے جناب مولٰنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب دامت فضائلہم) جناب مجیب و معترضان عجیب نے سنت کے مٹانے عوام کو بہلانے کو کیا کچھ ناگفتنی چالیں چلیں۔ مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب کی عمر خدمت مذہب اہلسنت و دفع شیاطین کفر و بدعت میں گذری۔ اس کی برکت نے انھیں محفوظ رکھا کہ نہ فقہ کو کایا پلٹ کیا نہ ائمہ پر بہتان لیا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا اٹھایا۔ نہ عبارات میں الٹی سمجھ اوندھے مطلب کا رنگ دکھایا۔ انھوں نے یہ بھی نہ فرمایا کہ زمانہ اقدس میں کیا تھا یہ بھی نہ فرمایا کہ کتب فقہ میں منع یا حکم نہیں لکھا۔ حضرت اتنا فرمایا کہ ہمارے یہاں عملدرآمد اس پر ہے یہ بالکل سچ ہے اور عبارت بھی کسی کو خط کے انداز میں لکھی کہ اما بعد از جانب فقیر سلامت اللہ واضح ہو تاکہ تصدیق فتوٰی کے رنگ سے الگ رہے۔ جہاں مخالفین علما کے لطائف کو کیا سمجھیں بلکہ خدا انصاف دے تو حضرت مولٰنا نے سمجھ وال کو حکم جان لینے کا راستہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث و فقہ کی بحث تھی حضرت مولٰنا ان سے سند رکھتے تو ضرور لکھتے مگر ان کے دین و دیانت ان کے صدق و امانت نے انھیں جھوٹ بولنے، افترا گڑھنے دھوکے دینے سے بچایا۔ فقط اپنے یہاں کے عملدرآمد کا ذکر فرمایا یعنی اے سائلو! دین و عقل رکھتے ہو

تو سمجھ لو کہ حدیث و فقہ کا اعتبار ہے یا اپنے عملدرآمد کا الحق عالم حقانی کی شان یہی ہے کہ اگرچہ کسی وجہ سے کچھ کرے مگر شریعت پر غلط افترا نہیں باندھتا واللہ الحمد اور حضرات نے جو جو خون انصاف کئے ان کی اجمالی فہرست عرض کروں۔

سلف پر افترا[1]، ائمہ پر افترا[2]، محققین پر افترا[3]، روایات پر افترا[4]، نصوص پر افترا[5]، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا[6]، عبارات میں قطع برید[7]، بلکہ مردود سے سند لانا اور رد کو الگ چھپانا[8]، دلیل و رد میں تمیز نہیں[9]، حکم و بحث میں امتیاز نہیں[10]، جزم و امکان میں فرق نہیں[11]، تابع و مستدل کی پہچان نہیں[12]، راوی مجہول و متروک کی شناخت نہیں[13] صریح و محتمل کا ادراک نہیں[14]، عبارت و اشارات کی معرفت نہیں[15]، مقید و مہمل میں تفرقہ نہیں[16] بلکہ مضر و نافع کی سمجھ نہیں[17]، محض منہ زوری سے بے معنی حدیث کی تحریف[18]، حنفی کہلا کر فقہ حنفی کے مقابل ایک شافعی عالم سے استناد اور وہ بھی نرا خرط القتاد[19]۔ کثیر کتب فقہ کے رد کو ایک غیر فقہی کتاب سے استناد اور وہ بھی محض بے بنیاد[20]۔ میں ان بیسوں باتوں کا ثبوت پیش کروں اس سے یہ بہتر کہ ان شاء اللہ الکریم خود ان صاحبوں کے منہ منوالوں، میرے پندرہ سوال پہلے کے ہیں، آگے چلوں اگر بے پھیر پھار سوالوں کے جواب دے تو بعونہ تعالیٰ سب دیکھ لیں گے کہ وہ بیسوں باتیں کیسے روشن طور پر ثابت ہو گئیں اور کھل گیا کہ حضرات نے اس تحریر میں کیسی دین و دیانت کو بیٹھ دی اور اگر پہلے کی طرح اڑان گھائی سے کام لیا تو الحمدللہ میں حق واضح کر چکا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

جناب مولٰنا مولوی عبد الغفار خاں صاحب۔ السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ جناب کے مصدقین میں جو دیوبندی و غیر مقلد صاحبان ہیں آپ ہی کے صدقہ میں ان شاء العزیز ان کی بھی خبر لی جائے گی۔ ورنہ میں پہلے ہی فتوے میں حضرات علمائے اہلسنت کی تخصیص کر چکا۔ زیادہ عرض آپ سے ہے اور یوں بھی کہ آپ ہی اصل مجیب ہیں، اور یوں بھی کہ عبارتیں آپ ہی نے پیش کی ہیں جن سے عوام سمجھیں کہ آہا کتاب سے کہا ہے میں سچ عرض کرتا ہوں

کہ آپکی تحریر اگر چھپی نہ ہوتی تو میں ہرگز آپ کے اغلاط شائع نہ کرتا۔ کاش آپ حساب دوستاں دردل پر نظر رکھ کر مجھ سے باہم طے کر لیتے مگر جب آپ کی تحریر چھپ چکی تو در شائع نہ کرنے میں گمراہی عوام ہے لہذا مجبوری ہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اس تحقیق امر ونہی کو قاطع محبت قدیمہ نہ ٹھہرائیے۔ الحمدللہ آپ بھی سنی میں بھی سنی ذرعی فقہی اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں، ہاں آپنے بعض وہابیہ کی خواہش کے مطابق خلاف ظاہر کیا اور انھیں مدد دی اور باہم طے ہونے سے پہلے چھپوادی یہ ضروری غلطی ہوئی اللہ تعالے معاف فرمائے۔

تین سوال ابتدائی، قبل اس کے کہ بعونہٖ عزوجل ان سوالات کا سلسلہ شروع کروں جن سے دعویٰ علم ودیانت کی آنکھیں کھلیں، پہلے تین سوال عرض کروں جن کو ہمارے عوام بھائی بھی سمجھ لیں۔ پھر تو انشاء اللہ تعالے علم کا میدان ہے اور ہمارے قلم کا جولان وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان

سوال ۱۶، جو حدیث موقوف اور شروح بخاری ومشکوٰۃ کی عبارتیں آپ نے پیش کیں یہ بعونہٖ تعالے آگے دکھاؤں گا کہ وہ حدیث کیسی ضعیف اور ان عبارتوں میں آپ نے کیا کیا کارروائی کی اور کیسی خوش فہمی برتی، تھوڑی دیر کو ان تمام قاہر اعتراضوں سے قطع نظر ہی سہی تو آپ کو حق دوستی کی قسم ایمان ایمان سے کہنا اگر آپ ایک مسئلہ پر صحاح کی حدیث مرفوع اور بارہ کتب فقہ حنفی کی صریح تصریحیں لکھیں جن میں صاف صاف حکم مسئلہ لکھا ہو اور ایک شخص آپ کے خلاف مسئلہ بتائے اور اس پر ایک عبارت فقہ بھی نہ لا سکے صرف غیر صحاح کا ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی ایک جدا عبارت جس میں حکم مسئلہ کی کہیں تصریح نہیں سامنے لائے تو کیا منصفوں کے نزدیک جواب ہو گیا یا عقل وعلم ودیانت سب کو جواب۔ کیا جو عوام ایسے مقابلہ پر کو دیں اور فتوی کے جواب میں فتوی سمجھیں وہ احمق بدعقل وہٹ دھرم ہیں یا نہیں۔

سوال ۱۷، مسئلہ اشارہ میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں آپکی نظر سے ضرور گذرے ہونگے جنمیں صراحۃً اقرار فرمایا ہے کہ در بارہ اشارہ بہت حدیثیں ہیں اور نوادر میں امام محمد رضی اللہ تعالے عنہ نے بھی اسے مانا اور اسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ

کا بھی قول بتایا۔ اور علمائے حنفیہ نے اس پر فتوی بھی دیا تو حدیثوں میں بھی ہے، فقہ میں بھی ہے، فتوے میں بھی ہے۔ بایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ ظاہر الروایۃ میں نہیں اس پر عمل جائز نہ رکھا اور فرمایا ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کرکے اس پر جرأت کریں اب اسے اپنے مسئلہ سے ملا دیکھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے تمام کو ایک حدیث نہ تمام کوکسی کتاب فقہ میں حکم بھلا فتوی تو بڑی چیز ہے پھر آپ کو کیونکر حلال ہوا کہ برخلاف تصریحات فقہ ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی عبارتیں دکھائیں، ان میں بھی ایک شافعی المذہب کی اور ان کے سبب تمام تصریحات کتب فقہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیں اور پھر آپ کی مقلدی برقرار۔

سوال ۱۸۔ اشارہ در کنار امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے میں کتنی صحاح احادیث ہیں حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا جی پڑھنے کو چاہتا تھا مگر محض اس وجہ سے کہ فقہ حنفی کے خلاف ہے نہ پڑھتے اور فرماتے "نقل از مذہب الحادست" مذہب سے عدول کرنا لحد کا کام ہے دیکھو حضرت کا رسالہ مبدء ومعاد" کیا آپ بارہ کتب فقہ حنفی کے خلاف ایک اثر موقوف دو شروح حدیث پیش کرکے مقلدیت ومجددیت دونوں کو استعفا دینا گوارا فرمائیں گے، اللہ تعالے رحم فرمائے کہیں یہ فتنے آپ کے نام سے کسی وہابی نے تو نہیں لکھدیا بہرحال کچھ بھی ہو اب ذرا آپ حضرات سنبھل کر ہوشیار ہو جائیں کہ قاہر سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ ۶ ربیع الاول شریف روز جان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۳۲ھ

دوسرا حصہ بنام تاریخی (سوالات قاہرہ) ۱۳۳۲ درزبر وبینات

سوال ۱۹، آپ نے فتح الباری سے ایک اثر موقوف منسوب بامیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا اور فتح الباری میں جو اس کا حال بتایا تھا تو یہ کیسی کتاب میں ہے اور خود کیا ہے سب حذف فرما دیا جناب اگر فتح الباری کی پوری عبارت نقل فرماتے یا اس اثر ہی کے معنی سمجھتے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم مروی کتاب صحاح کے مقابل

اسے پیش کرتے شرم فرماتے نہ وہ حدیث ابوداؤد کے مقابل ہوسکتا ہے نہ اس میں کوئی حرف اس سنت کے خلاف نہ آپ کو مفید غرض نہ روایت مقبول نہ درایت معقول مگر حدیث صحاح وفقہ حنفی دونوں کا رد ضرور۔ اولاً کیا عبارت فتح الباری کا آغاز یہ نہ تھا کہ فی تفسیر جویبر عن الضحاک عن زیادۃ عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ آپ نے عن معاذ سے عبارت شروع کی اور اوپر کے جملے چھوڑ دیے جن سے واضح تھا کہ یہ روایت تفسیر جویبر کی ہے اور تفسیر جویبر بہت نامعتبر کتاب ہے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ ائمہ نے جویبر کو شدید الضعف متروک کہا ہے اور راوی مجہول ہے تو اس کی تعین پھر توثیق آپ پر تھی کیا احکام میں مجہول یا مجروح سے احتجاج جائز ہے یہ آپ کی پہلی قطع برید ہوئی۔

سوال ٢٠ ثانیاً کیا فتح الباری میں اس عبارت کے متصل یہ الفاظ نہ تھے وھذا منقطع بین مکحول ومعاذ یہ روایت مکحول ومعاذ کے درمیان منقطع ہے۔ فتح الباری میں جو اس پر صریح جرح فرمادی تھی یہ بھی آپ نے حذف فرمادی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روایت منقطع جب حدیث متصل مسند کے معارض ہو بالاتفاق مردود ہے یہ دوسری قطع برید ہوئی۔

سوال ٢١ ۔ ثالثاً۔ اسی پر بس نہیں اس کے متصل ہی فتح الباری میں اس روایت کی صاف بے ثبوتی بیان فرمادی تھی کہ ولا یثبت۔ یہ روایت ثابت نہیں جناب نے اسے بھی اڑا دیا یہ تین قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ٢٢ رابعاً فتح الباری نے تاریخی واقعات سے وہیں اس کی بے ثبوتی کا ثبوت دیا تھا کہ لان معاذاً کان خرج من المدینۃ الی الشام فی اول غزو الشام واستمر الی ان مات الشام فی طاعون عمواس۔ یعنی شروع خلافت صدیقی میں ملک شام پر جہاد کا آغاز ہوا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جہاد میں مدینہ طیبہ سے شام کو چلے گئے اور وہیں رہے یہانتک کہ طاعون عمواس میں شہید ہوئے، انھوں نے خلافت فاروقی میں مدینہ طیبہ دیکھا ہی نہیں کہ یہ روایت بیان فرماتے جناب نے اسے بھی اڑا دیا یہ چار قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ٢٣ خامساً اس کے متصل ہی فتح الباری میں تھا وقد تواردت الروایات ان عثمان ھو الذی زادہ فھو المعتمد یعنی اور بیشک پے در پے روایات آئی ہیں کہ پہلی اذان امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے زیادہ فرمائی تو اسی پر اعتماد ہے کیا انھوں نے نہ بتایا کہ یہ روایت نہ فقط شاذ بلکہ منکر و ناقابل اعتماد ہے۔ جناب نے اسے بھی اڑا دیا۔ یہ پانچ قطع بریدیں ہوئیں۔ شاید جناب کے خیال میں یہ تھا کہ فتح الباری دنیا میں آپ ہی کے پاس ہے

سوال ۔ ٢٤ سادساً مولنٰنا ان تمام قطع بریدوں سے آپ نے فائدہ کیا پایا۔ نہایت یہ کہ ایک از ضعیف ناثابت منکر غیر معتبر کو ثابت و معتبر ٹھہرالیں اچھا یوں بھی پھر حاصل تو بتایئے اس میں کون سا حرف مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہے اگر بین یدیہ لیجئے تو یہ وہی وہم بے اصل ہے جسے خود قرآن عظیم کی بکثرت آیات کریمہ رَد فرمارہی ہیں۔ اور اگر یہ کہیے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دو مؤذنوں کو حکم فرمایا کہ مسجد سے باہر اذان کہیں تو اس سے یہ سمجھنا کہ دوسری اذان مسجد کے اندر ہے۔ مفہوم مخالف ہوا اور وہ بھی سب میں ضعیف، سب میں ردی، مفہوم لقب جسے حنفیہ تو قطعاً مانتے ہی نہیں۔ صرف بعض حنابلہ قائل ہوئے۔ یا دقاق شافعی یا مند ادمالکی وبس اور کتب حنفیہ میں اس پر یہاں تک انکار فرمایا کہ مفہوم لقب مانا جائے تو معاذ اللہ کلمہ طیبہ کفر ہوجائے (دیکھو توضیح تلویح وغیرہ کتب اصول) تو کیا حدیث صریح صحاح وتصریحات کتب معتمدہ فقہ حنفی کے رد کو ایک ایسی پوچ لچر بات کا دامن پکڑنا ایک حنفی کو زیب دیتا ہے۔

سوال ٢٥ سابعاً مولنٰنا یہ تو ایسی صاف بات تھی کہ ایک جاہل سے پوچھیے تو وہ بھی بتادے مثلاً بادشاہ دیوان خانہ میں ہو اس کا بیرونی دروازہ بالکل محاذات میں ہے جہاں سے چوبدار حاضران دربار کو لاتا اور نگاہ روبرو عرض کرتا ہے تین سفیر آئے ہیں ایک دروازہ تک

پہنچا دو ابھی باہر ہیں۔ اسوقت بادشاہ انہیں پوچھے تو کیا نہ کہا جائے گا۔ ایک حضور کے سامنے ہے اور دو باہر حاضر ہیں۔ یا فارسی میں یکے بپیش روئے منورست، دو بیرون دربار، یا عربی میں احدھم بین یدی الملک واثنان خارج الحضرۃ۔ کیا کوئی عاقل اس سے یہ گمان کریگا کہ یہ جیسے بین یدی کہا جوف مکان میں ہے دروازہ محاذی پر نہیں۔

سوال ۲۶۔ ثامناً مولنا آپ نے اندر باہر کے محاورات پر نظر کی نہ یہی جانا کہ اذان کس معنی پر باہر ہے کیا مسجد کے دو اطلاق نہیں۔ ایک موضع صلاۃ فصلیں دیواریں، دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں اور اسکے توابع۔ دوسرا چار دیواری مسجد محوطہ بایں معنی وہ سب داخل مسجد ہیں۔ کیا خود قرآن عظیم میں یہ دونوں محاورے موجود نہیں۔ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ یہ بنا پر موقوف نہیں دیکھو حدیث ترمذی وابن ماجہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد ہدم بناہی کے لئے ہے بمعنی دوم وہ اذان جدید خارج مسجد تھی اور اذان بین یدیہ داخل۔ مگر بمعنی اول خارج مسجد تھی۔ اور اسی قدر اسے درکار ہے بلکہ یہاں تیسرا اطلاق اور ہے۔ فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں ولہذا معتکف اس میں جا سکتا ہے اور اس وقت بھی وہ معتکف فی المسجد ہی کہلائے گا ولہذا منارہ پر جو اذان ہو اسے یہی کہیں گے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہوئی یدالخ پھر ردالمحتار میں ہے لوصعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف وان کان بابھا خارج المسجد لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد اب تو امر بہت واضح ہے مگر فقہ کیلئے سمجھ درکار ہے مولنا مستدل بننا ذرا کارے دارد اور وہ بھی حدیث صحاح وفقہ حنفی دونوں کے رد کو

سوال ۲۷۔ تاسعاً ہمیں احتمال ہی کافی تھا نہ کہ خود آپ کی پیش کردہ روایت میں خارجاً من المسجد کے ساتھ حتٰی یسمع الناس موجود جس نے کھول دیا کہ خارج مسجد بیرون

حدود مسجد مراد ہے کہ دور والوں کو آواز پہنچے جس طرح امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے زوراء میں دلوائی کہ مدینہ طیبہ کے بازار کا نام ہے۔

سوال ۲۸۔ عاشراً۔ کیا ہمارے فتوائے اول میں امام ابن الہمام کا کلام نہ دیکھا کہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ ان تمام رہنماؤں کے بعد بھی اس اثر سے اذان ثانی کو جوف مسجد میں ٹھہرا لینا نری دھنیگامشتی کے سوا کیا ہے آپ کے تمسک بالاثر کے باطل ویے اثر کرنے کو تلک عشرۃ کاملۃ مبارک

سوال ۲۹۔ مولنا آپ نے اس اثر ضعیف ومنکر ونامعتبر کی حالت دیکھی کہ اس میں بھی ایک حرف تک مسجد کے اندر اذان ہونے کا مفید نہیں۔ لے دیکر یہی آپ کے ہاتھ میں تھا وہ بھی گیا۔ اب تو فرمائیے کہ آپ کا فرمانا "اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۰۔ افترا تو یہ بھی تھا کہ جس بات کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم سے نہ ہو۔ اسے حضور کی طرف بالجزم نسبت کردینا کہ وہ جس کے خلاف کا ثبوت ہو اب یہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر ڈبل افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۱۔ آپ خود جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر افترا کیسی سخت شدید اعظم آفت ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ قصداً اس کے مجوز ہوئے ہوں معاذ اللہ یہ تو وہابیہ کی شان ہے۔ جاہل سا جاہل سنی بھی اسے روا نہ رکھے گا۔ آپ تو ماشاء اللہ سنی عالم ہیں۔ مگر جلدکاری وغلط فہمی اور اللہ ورسول معاف فرمانے والے ہیں۔ لہذا حق ودوستی کے لئے بہت منت سے معروض کہ اب مطلع ہو کر توبہ فرمائیے اور جس طرح اس کا وقوع علانیہ ہوا چھپ کر بٹا تو یہ بھی چھاپ کر بانٹیے کہ ہمارے آپ کے مولائے کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی توبہ بھی علانیہ۔ کیا جناب کی حق پرستی سے امید نہ ہو کہ آپ

اِس سے انکار اور اُس پر اصرار نہ فرمائیں گے۔ دیکھئے آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے لم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون ہ

سوال ۳۲ فتح الباری میں یہاں اس کی بحث ہے کہ اذان اول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی یا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آذان ثانی کے اندر باہر ہوتے کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ ابن حجر وہ اثر اس کے بیان کو لائے کہ برخلاف روایات مشہورہ ایک اثر میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زائد فرمانا آیا پھر اس اثر کا رد کیا۔ پھر عطا سے اس کی تائید نقل کی پھر اس کا رد کیا پھر یہ تطبیق نکالنی چاہی جیسے آپ نے نقل کیا جس کا حاصل یہ کہ ممکن ہے زمان فاروقی میں اذان سے پہلے کوئی اعلان بے اذان ہوتا ہو اور یہی ابتدائے خلافت ذی النورین میں رہا۔ پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسے بالفاظ اذان کر دیا ہو۔ فرمایئے۔ اس کلام کو اس مسئلہ سے کیا علاقہ۔ پھر اس کا لانا، سطریں بھرنے اور عوام کو یہ وہم دلانے کے سوا کیا ہے کہ آہا سطریں کی سطریں عربی عبارتوں کی ہیں یہ آپ کی پہلی بھرتی ہے۔

سوال ۳۳ پھر یہاں فتح الباری نے مہلب سے نقل کیا کہ اذان ثانی یہاں اسلئے رکھی گئی کہ لوگ جان لیں کہ خطیب منبر پر بیٹھا تو خطبہ کے وقت خاموش سنیں۔ پھر اسی روایت میں اسحٰق اعنی حدیث ابوداؤد بحوالہ طبرانی وغیرہ سے اس کا رد کیا کہ یہ اذان تو دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی تو ظاہر یہ ہے کہ مطلق اعلام کے لئے تھی نہ خاص چپ کرنے کو ذرا خدا کو مان کر اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت ایک نظر پھر دیکھ لیجئے کہ امام ابن حجر تو اس روایت ابن اسحٰق کو حجت بنا رہے ہیں اس کی سند سے مہلب کا قول رد کر رہے ہیں کہ فیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق کان یؤذن علی باب المسجد فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات اور آپ عین استدلال میں نتیجہ کو دلیل سے توڑ کر علی باب المسجد پر ختم کرتے اور فالظاھر کو جو اس روایت ابن اسحٰق پر تصریح تھی اسی کا رد ٹھہرائے

وہ بلا یہی کہ فرماتے ہیں" علامہ ابن حجر اس شبہہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولٰنا اگر سمجھ کی یہ حالت ہے کہ نتیجہ کو دلیل سے جواب دلیل کا رد ٹھہرایئے تو سو بار انا للہ وانا الیہ راجعون اور اگر دیدہ و دانستہ یہ کاروائی ہے تو سو لاکھ بار انا للہ وانا الیہ راجعون مولٰنا میں جانتا ہوں کہ ایسے فاحش نا فہمی پر اگر آپ کا کوئی کافیہ خواں طالب علم اڑے تو شاید اس پر سخت غضب کی قمچی پڑے پھر آپ سے عجب اور کروڑہا عجب اور جب آپ ہی ایسی ٹھوکریں کھائیں تو آپ کے فتوے پر تصدیقیں کرنے والوں سے کیا شکایت کہ وہ تو آپ ہی کی ہاں جی بجالائے ہیں، منطقیوں، فلسفیوں کو بھی نہ سوجھی کہ کیا اندھیر کھاتا ہے۔ یوں خالی زٹلیات میں بال کی کھال نکالنے کا دعوےٰ ہے۔

سوال ۳۵۔ جانے دیجئے یہ صریح باطل حد بھر کی نا فہمی بھی اوڑھ لیجئے کہ ابن حجر فالظاھر سے روایت ابن اسحٰق کا جواب دے رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر آپ کا افترا اب بھی ثابت رہا۔ آپ جواب ابن حجر سے سند لا رہے ہیں ابن حجر حدوث اذان اول تک علی باب المسجد کو مسلم رکھتے اور اس کی وجہ قصد اعلام بتاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ صدر خلافت ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہم تک اذانِ خطبہ بیرونِ مسجد ہی ہوا کی تو مسجد میں ہونے کو آپ کا فرمانا کہ "یہی طریقہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے چلا آتا ہے" آپ ہی کے منہ سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر افترا۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں۔

مولٰنا قصور معاف۔ آپ بھی شیروں سے شکار چھیننے چلے ہیں غرض یہ جناب کی تیسری بھرتی تو اور الٹی چھری ہوئی۔ رہا انصات و اعلام کا خرخشہ اسکی سنیئے۔

سوال ۳۶ اولاً کیا جناب حنفیت کو بالکل استعفےٰ دے بیٹھے جو ایک عام

غیر حنفی سے نقل کرتے چلے کہ اذان ثانی اعلام کو نہیں اور آپ کے کتب مذہب میں صریح تصریح ہے کہ وہ بھی اعلام کو ہے۔ ہدایہ وکافی وتبیین وعنایہ وبحر ودرمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر تکرارہ مشروع کما فی اذان الجمعۃ لانہ لاعلام الغائبین فتکریرہ مفید لاحتمال عدم سماع البعض شرح تنویر میں ہے (الاذان اعلام مخصوص) لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب۔

سوال ۳۷۔ ثانیاً کیا اعلام بعد اعلام ناممکن ہے یہ تو خلاف اجماع امت ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ ثبوت اعلام بعد اعلام ہے اور علمائے امت کے اس میں دو قول ہیں مکروہ یا مستحب اور دونوں فرع وجود ہیں۔ محال نہ مکروہ ہوسکتا ہے نہ مستحب تو بالاجماع اذان ثانی بھی اعلام ہے۔ اب ایک غلط بات کی اتباع میں نہ صرف حنفیت کا خلاف بلکہ اجماع کا خرق ہوگا۔ کیا آپ نے حدیث اتقوا زلۃ العالم نہ سنی۔

سوال ۳۸ ثالثاً اعلام رکن اذان ہے اذان کا اس سے انسلاخ کیونکر ممکن ردالمحتار میں ہے۔ لایسمی اذانا شرعا لعدم الاعلام اصلاً۔

سوال ۳۹۔ رابعاً روح عمل اس کا مقصود ہے۔ شک نہیں کہ اذان خطبہ زمانہ رسالت میں اعلام کو تھی۔ اگر اذان اول کی زیادت سے صرف انصات کو رہ جاتی تو مقصود بدل جاتا تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شے زیادہ نہ فرمائی۔ بلکہ معاذ اللہ اصل سنت کو بدل ڈالا کہ اس کی صورت رہ گئی اور معنی فوت ہوئے یہ کیونکر معقول ہے

سوال ۴۰ خامساً بغرض باطل یوں ہی سہی پھر کون سی دلیل شرعی ہے کہ انصات کی اذان داخل مسجد ہو۔ حاتوا برھانکم۔ اگر منبر کی آواز باہر تک جائیگی تو ضرور باہر کی منبر تک جائے گی۔ پھر وجہ تخصیص کیا اور اگر نہ جائے گی تو باہر ہی

والے زیادہ محتاج انصات ہیں کہ اندر والے تو امام کا منبر پر جانا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اپنی ہی عبارت منقولہ دیکھئے جسے ابن حجر نے بھی بعد حدوث اذان اول مسلم رکھا کہ لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ امام منبر پر بیٹھا تو چپ رہیں اس کی حاجت اندر زیادہ ہے یا باہر۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ باہر ہی ہے نہ اندر۔ غرض ایسی بے معنی دبے حاصل بات ایک غیر حنفی سے نقل کرکے فقہ حنفی کی روشن تصریحوں کو اس سے رد کرتے ہوئے ایک حنفی عالم کو شرم چاہیئے خصوصاً حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ان عظیم تہدیدوں وعیدوں کے بعد ایک مجددی کو بس اور کیا کہوں سوا اس کے کہ اللہ تعالٰی ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے۔ آمین

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

تیسرا حصّہ

بنام تاریخی (سوالات قاہرہ) ورزبروبینات
۱۳۳۲

سوال ۴۱ پھر فتح الباری کی ایک اور عبارت نقل کی کہ امیر المومنین نے پنجگانہ پر قیاس فرماکر اذان اول حادث فرمائی، اور روبروئے خطیب کی اذان باقی رکھی، کہئے اس سے کیا نکلا یہ جناب کی چوتھی بھرتی ہے۔

سوال ۴۲ نہیں نہیں یہ بھی نری بھرتی نہیں بلکہ الٹی مضر ہے۔ اگر یہ اذان اعلام کو نہ رہتی تو جو خصوصیت جمعہ زمانہ اقدس میں تھی کب باقی رہی۔

سوال ۴۳ پھر شرح مشکوٰۃ کی عبارت نقل کی کہ جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور اذان روبروئے خطیب کی آواز سب اہل مدینہ کو نہ پہنچی یا جب لوگوں نے اول وقت سے حاضر ہونا ترک کردیا۔ تو امیر المومنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

اذان اول زیادہ فرمائی۔ کہیے اس میں کیا ہے۔ کیا اندر یا باہر کا ذکر ہے۔ یہ جناب کی پانچویں بھرتی ہے۔ شاید یہ سمجھے ہوں کہ اندر ہی کی اذان ایسی ہوگی کہ سب شہر کو نہ پہنچے دروازہ مسجد پر ہوتی خواہ مخواہ سارے شہر میں پہنچ جاتی۔ اس عقل کا علاج تجربہ کر دیگا دروازہ کی بھی ایک اذان شہر بھر کو ہرگز نہ پہونچے گی۔ سرکار مدینہ طیبہ کی آبادی خود زمانہ رسالت میں دور دور تک تھی۔ خلاصہ امام سمہودی میں ہے وصح تأمل ما ذکرنا فی الاصل من منازل القبائل من المهاجرين مع منازل قبائل الانصار علم عظيم سعتها۔

سوال ۴۴۔ پھر اسی کی ایک طویل عبارت نقل کی جسمیں اس کی بحث ہے کہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اذان ثانی جمعہ کا خطیب کے سامنے ہی ہونا سرے سے بدعت ہے ان کے نزدیک زمانہ اقدس میں یہ اذان بھی منارہ پر ہوتی تھی نہ محاذات خطیب میں۔ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں۔ ان السنة فی اذان الجمعة اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار كذلك كان على عهد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ علامہ یوسف سقطی مالکی حاشیہ جوہر زکیہ شرح عشماویہ میں فرماتے ہیں۔ الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالک وفعلہ علی المنار والامام جالس ھو المشروع اھ سکندری۔ توضیح امام خلیل بن اسحاق سے مجموعہ امام ابن القاسم تلمیذ امام مالک وکافی امام ابو عمر یوسف مالکی کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں۔ واقعی یہی وہ بات ہے جس پر اور علماء یہاں تک کہ خود بعض مالکیہ نے انکار فرمایا اور ثبوت دیا کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان امام کے روبرو ہی ہوتی تھی نہ منارے پر اور اس کے ثبوت کو وہی حدیث

ابن اسحاق پیش کی جو ہم نے اپنے فتوے میں لکھی اور بلاشبہہ یہ بات کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان خطیب کے محاذات میں ہوتی تھی جو اس کا ثبوت حدیث سے دینا چاہے اسے اسی حدیث ابن اسحٰق کا دامن تھامنا ضرور ہے اسے رد کر کے حدیث سے بین یدی کا ثبوت نہ ملے گا۔ اب اس کے بیان میں ائمہ کا کلام سنئے۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار پھر امام خلیل شرح ابن الحاجب پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں۔ واللفظ لهذين (قال الشیخ خليل اختلف النقل هل كان يؤذن بين يدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم او علی المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ كان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعة ونقل ابن عبد البر فی كافيه عن مالک ان الاذان بين يدی الامام ليس من الامر القديم وقال غيره) ای غیر مالک (ھو اصل الاذان فی الجمعة و كذا نقل صاحب تھذیب الطالب) لعبد الحق (والمازری وفی الاستذكار هذا اشتبه على بعض اصحابنا فانكر ان يكون الاذان يوم الجمعة بين يدی الامام كان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر قال وھذا قول من قل علمہ بالاحاديث وعانہ یعنی الداودی ثم استشهد) فی الاستذکار (بحدیث السائب بن یزید المروی فی البخاری ثم قال وقد رفع الاشكال فيه ابن اسحق عن الزهری عن السائب بن يزيد قال كان يؤذن بين يدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وسلم اذا جلس علی المنبر يوم الجمعة وابی بکر وعمر اھ) کلام التوضیح اھ باختصار ملاحظہ ہو یہی وہ کلام ہے جس کا خلاصہ علی قاری نے لانا چاہا۔ یہاں اس اذان کو روبروئے امام یا ان کر مسجد کے اندر یا باہر ہونے کی بحث نہیں جسے ہمارے مسئلہ سے علاقہ ہو بلکہ اس کی بحث ہے کہ جمہور مالکیہ اس کے روبروئے امام ہونے ہی کو بدعت کہتے ہیں۔ اس کا

بھی منارہ ہی پر ہونا سنت جانتے ہیں اور اسی کو اپنے امام مذہب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابن عبد البر فرماتے ہیں یہ حدیث سے ناواقفی ہے۔ سائب بن یزید کی حدیث سے جس کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔ ابن اسحاق نے اسکی روایت میں واضح کر دیا ہے کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم و صدیق و فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے زمانے میں خطیب کی محاذات میں ہوتی تھی، انتہی۔ بس اتنی بات ہے اور اتنی بحث ہے مسجد کے اندر ہونے کا اس میں کون سا لفظ ہے۔ مالکیہ نے روبروئے امام ہونے کا خلاف کیا۔ محققین نے اس کا رد کیا چشم ما روشن دل ماشاد۔ ہم خود کہتے ہیں کہ روبروئے امام ہونا سنت ہے پھر کہیے اس میں ہمارا کیا خلاف ہے اور آپ کے اوس ادعائے باطل کا کیا ثبوت ہوا اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ مسنون ہے۔ اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے۔ یہ علمائے محققین پر افترا ہوا یا نہیں۔

سوال ۴۵۔ طرفہ یہ کہ محققین کا یہ کلام ان کی یا اور علما کی کتابوں سے نقل نہ کیا جن میں اسے مقبول رکھا ہو نقل فرمایا تو مرقاۃ سے جس میں اسے صراحۃً رد کر دیا ہے اور لطف تر یہ کہ ساتھ ہی وہ رد بھی نقل کر دیا کہ "ولیس فی روایۃ البخاری ما یقتضی شیئاً من ذلک" یعنی یہ جو ابن عبد البر وغیرہ نے جمہور مالکیہ پر اعتراض کیا۔ کہا کہ یہ اذان خطیب کی محاذات ہی میں ہوتی تھی جیسا کہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ بخاری کی روایت اصلاً اسے مقتضی نہیں کہ اذان امام کے سامنے ہو۔ اب فرمایئے یہ الٹا مخالف سے استناد ہوا یا نہیں۔ اگر کہیے ہمیں محققین کے کلام سے کام ہے اگرچہ علی قاری نے اس کا رد کیا تو جناب اس رد کو کیوں نقل کر لائے۔ اگر کہیے یہ ہماری چھپی بھرتی تھی تو جناب بھرتی تو نخو و سند ملاقہ بات ہوتی ہے۔ یہ تو جناب کو مضر تھا جس کے حوالے سے کوئی کلام سند کو لائے اسی کے کلام میں اسی کا رد موجود ہو

تو اس رد کو بچا جانا خیانت ہوتا اور نقل کر دینا خود اپنی بنا ڈھانا مگر یہ کہ رد کا رد کر دیتے اگر کہیے ہم نے علی قاری کے رد کی طرف اسلئے توجہ نہ کی کہ اتنے محققین کے مقابل تنہا ایک کی بات کیا قابل التفات، تو جناب قاری کی اتنی بات کہ بخاری کی روایت امام کے سامنے اذان ہونے کی اصلاً مقتضی نہیں۔ یقیناً سچی ہے اور نہ مانیے تو اب آپ کسی حدیث بخاری سے ثبوت دیجئے کہ یہ اذان امام کے سامنے ہوتی۔ پھر حق بات کیوں ناقابل التفات۔ اگر کہیے یہاں علی قاری کو کلام محققین نقل کرنے میں سخت اشتباہ ہوا، محققین نے یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے بلکہ بخاری کا تو زرا پتا دیا تھا کہ اصل حدیث اس میں بھی ہے اور سند لائے تھے۔ روایت ابن اسحاق سے کہ اس نے امر واضح کر دیا ہے تو جناب اب ٹھکانے سے آگئے اور ظاہر ہو گیا کہ محققین نے روایت ابن اسحاق کو اپنی حجت بنایا ہے نہ کہ اس کا رد فرمایا ہو تو علی قاری کا نازعہ کثیرون منہم جماعۃ من المالکیۃ میں حدیث ابن اسحاق کو داخل کرنا اسی سخت اشتباہ پر مبنی ہے۔ وللہ الحمد

اگر کہیے ان کثیرون اور جماعت سے ہم باز آئے ہم نے فقط علی قاری کو علمائے محققین کہا ہے انھوں نے تو اس کا رد کیا ہے۔ تو جناب یہ تو بعد کو عرض کروں گا کہ قاری نے کس کا رد کیا۔ کہاں رد کیا؟۔ اولاً اپنے لفظ یاد فرمایئے کہ "اگر کسی نے اس کا خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر مجمع علما سارى امت مرحومہ کا ہے۔ کیا ایک اکیلے قاری کا رد کرنا ساری امت مرحومہ کا اجماع ہو جائے گا۔ تنہا قاری اگر علمائے محققین ہو گئے تو ساری امت مرحومہ تو نہ ہو جائینگے

سوال ۴۶ ثانیاً قاری نے پہلے وہ قول نقل کیا کہ جمہور ائمہ مالکیہ اور خود امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ پھر کثیرین سے اس میں منازعت نقل کی، پھر اس منازعت کا رد کیا۔ پھر ایک احتمالی طور پر دونوں قولوں میں تطبیق پیدا کی۔ نہ یہ کہ یوں

ہوتو انھوں نے صراحۃً ان کثیرین کا رد کیا جو بین یدی کے قائل تھے نہ کہ امام مالک و مالکیہ کا جو منارہ پر ہونا مانتے ہیں، کیا آپ اسی کو امت مرحومہ کا مجمع علیہ مانتے ہیں کہ اذان ثانی امام کے سامنے نہ ہو بلکہ منارہ پر۔ رہی تطبیق وہ دونوں قولوں کے خلاف پر امت مرحومہ کا اجماع ہے یعنی نہ منارہ پر نہ امام کے سامنے بلکہ زمین پر امام کے پیچھے۔

سوال ۴۷۔ ثالثاً ممکن کہہ کر ایک احتمالی بات پیدا کرنا کیا کوئی حکم ہوتا ہے اجماع حکم پر ہوتا ہے یا کسی مشکوک بات پر۔ اجماع درکنار۔ کیا امکان واحتمال سے کسی سنت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سوال ۴۸ رابعاً قاری کی تطبیق اول تک تو بحمد اللہ تعالیٰ بالکل مطلع صاف ہوگیا۔ اور بعد کی نری بے سند تطبیق کہ ممکن کہ زمانہ رسالت میں در مسجد پر اذانِ بلال مجرد اعلام ہو للہ انصاف کتنی بے اصل و ناقابل قبول اور جملہ ائمہ و علماء و شراح حدیث و روایت سیر سے ایک نئی راہ متروک و مخذول ہے اولاً تمام احادیث و علماء بالاتفاق ناطق ہیں کہ زمانہ رسالت میں روز جمعہ یہی ایک ندا تھی کہ وقت جلوسِ خطیب ہوتی۔ اس بے معنی احتمال نے اسے اذان ہی نہ رکھا زا کوئی اعلام کر دیا تو حاصل یہ ہوا کہ زمانہ رسالت میں جمعہ کی اذان ہوتی ہی نہ تھی۔ مولنا اسے خلاف اجماع امت مرحومہ کہیے۔ ثانیاً بفرض باطل سوئے اعلام اذان سے پہلے مانیے مگر یہ جو وقت منبر تھی یہ تو باجماع امتِ مرحومہ اذان تھی محققین نے جس روایت ابن اسحاق سے استدلال فرمایا توضیح سے اس کی عبارت سن چکے کہ اذا جلس علی المنبر اس اذان کو مجرد اعلام سے تاویل کرنا کس درجہ باطل صریح و خلاف اجماع ہے ثالثاً اعلام عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبل اذان خطبہ تھا، اس کے بعد اذان یہاں جب اذان خطبہ ہی محض اعلام ٹھہری تو یہ اس کی اصل کیونکر ہوئی، امیر المومنین نے اعلام سابق کو اپنا احداث بتایا اس طور پر تو خود اذانِ خطبہ ہی کو احداث کہنا تھا۔

رابعاً جب اعلام زمانہ رسالت میں تھا تو احداث فاروق کیونکر ہوا، اس کے بنانے کو علی قاری ایک اور امکان و احتمال نکالتے ہیں جسے آپ نے چھوڑ دیا کہ لعله ترك ايام الصديق او اواخر زمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم ایضاً فلهذا سماه عمر بدعة یعنی شاید یہ اعلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں متروک ہوگیا یا خود آخر زمانہ رسالت میں بھی چھوٹ گیا ہو اس لئے فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بدعت کہا۔ پہلے تو اذان خطبہ کو اعلام بنایا تھا اب وہ بھی گیا۔ ویسے ہی جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ حالانکہ وہ حدیث جس میں یہ تاویلات کی جا رہی ہیں زمانہ رسالت و زمانہ صدیق و زمانہ فاروق سب میں وقتِ خطبہ اس کی تصریح فرمادی ہے خطبہ کے وقت کی ندا ہرگز متروک نہ ہوئی، بات یہ ہے کہ علی قاری کو اس وقت نہ کلام محققین بلفظہ محفوظ تھا نہ یہی یاد تھا کہ وہ خود روایت ابن اسحاق سے سند لائے ہیں نہ وہ حدیث ہی پیش نظر تھی جس پر کلام کر رہے ہیں۔ ورنہ ہرگز نہ محققین سے وہ نقل کرتے کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے نہ ان پر اعتراض کرتے کہ ایسا نہیں نہ اذان خطبہ کو نرا اعلام ٹھہراتے نہ اسے زمانہ صدیق یا زمانہ رسالت میں بھی متروک بتاتے نہ روایت ابن اسحٰق سند محققین میں نزاع محققین بتاتے۔ روشن ہے کہ یہ سب باتیں محض بے منشا خلاف واقع ہیں، قاری نے یاد پر یہ بحث لکھی کلام محققین میں جو حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہونا بتایا۔ اور روایت ابن اسحاق سے استناد فرمایا یہ یاد رہا کہ خود روایت بخاری سے استناد کیا اور روایت ابن اسحٰق سے فقط دروازہ کا لفظ یاد رہا نہ اذا جلس علی المنبر خیال رہا کہ اذان خطبہ کو اعلام نہ کہتے نہ لفظ ابی بکر و عمر کہ زمانہ صدیق بلکہ زمانہ رسالت میں بھی اذان خطبہ متروک نہ بتاتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلام سے استناد محض باطل و خرط القتاد اسی لئے تو حدیث میں لا تنکت امتعة ارشاد ہوا

سوال ۴۹۔ سب جانے دیجئے پھر اس عبارت فارسی میں کون سا لفظ ہے کہ مسجد کے اندر اذان ہو یا زمانہ رسالت وخلافت میں مسجد کے اندر ہوتی تھی عبارت بھر میں فی المسجد کا کہیں حرف بھی تو نہیں۔ فی جوف المسجد وغیرہ تو بڑی بات ہے صرف اتنا کہ وہ ایک احتمال نکالتے ہیں کہ پہلے علی الباب ہوتی ہو پھر بین یدیہ یہ بھی ان کے صریح ذہول سہول بھول پر مبنی ہے۔ یہی روایت ابن اسحاق مروی سنن ابی داؤد یاد ہوتی تو دیکھتے کہ ایک ہی وقت میں بلین یدیہ بھی ہے اور علی باب المسجد بھی پھر حدیث کتاب صحاح کا اثر معتبر ہوگا یا ایک متاخر عالم کی بھول۔ یہاں تو کسی حکم کی بھی بحث نہیں جس میں آپ بادعائے تقلید ایک متاخر عالم کی پیروی میں حدیث صحیح کو رد کردیں۔ یہاں تو واقعہ کی بحث ہے کہ زمانہ رسالت میں اذان کہاں ہوتی تھی۔ اس کا بتانے والا حدیث کے سوا کیا ہوگا۔ پھر ایک تخیل بے اصل کی بنا پر حدیث ثابت جو واقعہ بتا رہی ہے کیونکر رد ہو سکتا ہے۔

سوال ۵۰۔ آپ مستدل ہیں۔ تعین مفید ورفع جملہ احتمالات خلاف کا بار آپ پر ہے۔ علی قاری کی عبارت میں کہاں ہے کہ دروازہ محاذی پر اذان ہو تو بین یدیہ نہ ہوگی یا خاص جوف مسجد کے اندر نہ ہو تو بلین یدیہ نہ ہوگی یہ تو قطعاً یقیناً معلوم ومتیقن کہ علی قاری یہاں جس حدیث پر بحث کر رہے ہیں اس سے بھی ذہول کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ ایک جدا بات ہے کہ زمانہ انور میں مسجد اطہر میں شمالی دروازہ بھی تھا اگر خیال میں نہ ہو کیا دشوار ہے ان کے زمانہ سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے مسجد کریم میں کوئی شمالی دروازہ نہ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کے مکان بن گئے تھے۔ کما فی خلاصۃ الوفاء لہذا دروازے سے غربی وشرقی دروازوں کی طرف ذہن گیا اور شک نہیں کہ ان دروازوں پر اذان

ہو تو ہرگز بلین یدی الخطیب نہ ہوگی۔ ناچار روایت ابن اسحق جس سے محققین سند لائے تھے خود اسی کو ان کی منازعت میں شامل کر دیا اور اب دروازے کے لئے آپ ہی تاویلوں کا دروازہ کھولنا پڑا کہ محاذات فوت ہو کر مالکیہ کا مذہب ثابت ہوا جاتا ہے۔ کذٰلک یریکم اللّٰہ آیاتہ فی الآفاق وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ھکذا اینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق۔

سوال ۵۱ انصاف پر آئیے تو علی قاری کے اشتباہ کا جو منشا ہم نے احتمالاً بیان کیا خواہی نخواہی ماننا ہی پڑے گا کہ وہ اگرچہ عربی نہ تھے ہراۃ کے ساکن تھے مگر آخر عالم متبحر تھے، مکہ معظمہ کے مجاور تھے۔ آج کل کے دو چار ہندیوں کی طرح نہ تھے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد سنتے جائیں کہ اذان دروازہ مسجد پر بلین یدیہ تھی اور ہٹ دھرمی سے کہے جائیں کہ دروازہ محاذی پر ہوگی تو بلین یدیہ نہ ہوگی۔ صحابی اہل زبان درکنار خود قرآن عظیم کے محاورات کریمہ سنتے جائیں اور پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ جب تک امام کی گود میں چڑھ کر نہ ہو بلین یدیہ نہ ہوگی اور اگر کوئی صاحب علی قاری کو بھی اپنا ہی سا بنانا چاہیں جس سے علی قاری ضرور بیزار ہیں تو فرمائیے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد معتبر ہے یا ایک قریب زمانہ کے عالم کا۔ نہیں نہیں یہ بتائیں کہ قرآن عظیم کے محاورات صحیح ہیں یا گیارھویں صدی کی ایک عجمی سمجھ۔ غرض زمین سے آسمان تک اڑیے ہرگز ہرگز حدیث کا یہ ارشاد مٹ نہیں سکتا کہ اذان دروازہ مسجد پر بین یدیہ تھی۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

سوال ۵۲ اب بھی جناب پر روشن ہوا یا نہیں کہ اب تک جتنی عبارتیں لائے سب بے کار ودور از کار تھیں۔ اور دو شرح کتب حدیث کا پیچھا چھوڑ کر

جو ہدایہ کی عبارت لکھی یہ جناب کی ساتویں بھرتی ہوئی۔ اور درمختار کی عبارت آٹھویں بھرتی کہ ان میں وہی بین یدیہ ہے کہ نہ آپ کو مفید نہ ہمارے خلاف اور اسی پر کنز کا حوالہ نویں بھرتی۔ عالمگیری کا نام لینا دسویں بھرتی۔ بچھسا اس پر شروح اور اس پر بھی وغیرہ کا حوالہ یہ خدا جانے کتنی بھرتیوں کے بلٹن رسالے۔

سوال ۵۳ ذرا دیکھنا شروح کنز میں بحر تو نہیں کیا بحر میں وہ صریح تصریح نہیں کہ لا یؤذن فی المسجد۔ مسجد میں اذان نہ دی جائے

سوال ۵۴ ذرا دیکھنا کہیں عالمگیری میں بھی یہی الفاظ نہ نکل آئیں کہ لا یؤذن فی المسجد۔ مسجد میں اذان منع ہے اب تو یہ حوالے اور الٹے پڑے مولٰنا فتوی یوں نہیں لکھا جاتا۔ ہمارا آپ کا دوستانہ ہے۔ پہلے آپس میں سمجھ لیتے تو یہ دن کیوں دیکھتے اب بھی کیا گیا ہے۔ صبح کا بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے ؎

غصہ جانے دو آؤ مل جاؤ — سنی آپس میں سب برادر ہیں
نجدیوں کو سقر میں جانے دو — دشمن مصطفٰے ہیں اکفر ہیں
انکو شیطاں کا خبث طیب ہے — کفر کی ظلمتیں منور، ہیں،
ان سے اور مسئلہ سے کیا نسبت — وہ تو اسلام ہی سے باہر ہیں

نسائل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۃ

۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

QASID KITAB GHAR
Mohammad Hanif Razvi Nagarchi
Near Jamia Masjid, Arcot Dargah,
BIJAPUR-586104, (Karnataka)

اذان خطبہ

از

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷ رمیمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳

شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

فروغ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

١. عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

٢. طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

٣. مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

٤. طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

٥. اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

٦. حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

٧. تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

٨. شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدار کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

٩. جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرّر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

١٠. آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ١٢، صفحہ ١٣٣)

RAZA OFFSET Mumbai-3 • Tel.: 23456313